ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

علیگڑھ

قیمت فی پرچہ ، دوآنہ | چندہ ، سالانہ دو روپیہ

جلد ۸	۱۵ فروری سنہ ۱۹۵۰ع	ایڈیٹر - قاضی عبدالغفار	۲۸ ربیع الثانی ۱۳۶۹ ہجری	نمبر ۴

کچھ اپنی باتیں

علمی اور فنی اصطلاحیں

ہندی زبان کو سرکاری زبان بنا دینے کے بعد اب جھکاؤ اس طرف ہے کہ اصطلاحیں بھی اپنی ہی زبان میں یعنی ہندی زبان میں بنائی جائیں ۔

ای پہلے تو یہہ دیکھیں کہ ہندی زبان ہے کیا ، کیا وہ اردو اور ہندستانی سے علیحدہ کسی غیر خاندان کی زبان ہے ؟ یا وہ اسی ایک خاندان کی شاخ ہے جس سے اردو اور ہندستانی پیدا ہوئیں ؟ ان تینوں کے قواعد اور گریمر کو سامنے رکھئیے تو اس سوال کا جواب صاف ہے ۔ فرق اگر کچھہ ہے تو محض الفاظ میں ہے اور آوازوں میں ۔ لیکن یہہ فرق تمام ترقی یافتہ زبانوں کی مختلف شاخوں میں ہوتا ہے ۔ جس طرح انسانوں کے ایک ہی خاندان کے لوگوں میں مزاجوں اور طبیعتوں کا فرق ہوتا ہے ' زبان کے خاندان کی مختلف شاخیں بھی اپنا اپنا رنگ اختیار کرتی ہیں لیکن اون کی اصل تو نہیں بدلتی ۔ لہذا اگر سرکاری زبان وہی ہندی ہے جو اس خاندان کی ایک شاخ ہے تو اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ۔ لیکن اگر ہندی کا نام لیکر صرف سنسکرت کو آگے بڑھانے کا ارادہ ہے تو وہ بات ہی دوسری ہے ۔ بہرحال جھکاؤ تو اسی طرف معلوم ہوتا ہے ۔

ہم نے ابھی تک ہندستان کے دستور کا ہندی ترجمہ تو نہیں دیکھا ہے لیکن دستوری اور قانونی اصطلاحیں جو اس " سرکاری زبان " میں بنائی گئی ہیں اُن سے یہہ اندازہ ہوتا ہے یہ ہندی کا نام ہندی رکھہ کر اوسے کچھہ اور ہی بنایا جا رہا ہے اور ارادہ یہہ ہے کہ اصلاحیں بھی باہر سے نہ لی جائیں بلکہ اپنی بنائی جائیں ۔

ہمارے سامنے کم و بیش ۸ سو ایسے نئے سکے رکھے گئے ہیں جن پر کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی کی مہر لگی ہوئی ہے ۔ ان پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد یہہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں کہ ہوا کا رخ کیا ہے ۔ ۸ سو اصطلاحی لفظوں کی اس پوری فہرست میں صرف چند ہی ایسے لفظ ہیں جو

قانونی اور دستوری زبان میں ملک کے گوشہ گوشہ میں استعمال ہوتے رہے ہیں اور سمجھے جاتے ہیں، ورنہ اکثر ایسے لفظ بھی نکالدئے گئے ہیں ۔ مثلاً اول تو انگریزی کے تمام ایسے الفاظ جو اردو اور ہندی کا جزو بن چکے تھے خارج ہو گئے ۔ اپیل، اسمبلی، بینک، چیک، بل، بائی لا، چیرمین، سول، آرٹ، کمیشن، کمیٹی، ڈگری، ایلکشن، فنڈ، کورٹ، گورنمنٹ، جج، میونسپلٹی، نوٹس، آفس، پاسپورٹ، پولس، پریسڈنٹ، ریلوے، رپورٹ، رزولیوشن، ٹکٹ، ٹیکس، سمن، ٹرامویے، ریلوے، یونین، ووٹ، وغیرہ وغیرہ ۔ اسی طرح "ہندستانی" کے بھی (اردو کا تو ذکر ہی فضول ہے) ایسے سیکڑوں لفظوں کو جو ہر صوبہ میں عام طور پر سمجھے اور بولے جاتے ہیں بارہ پتھر باہر کر دیا گیا ہے ۔ مثلاً حساب، پردیسی، ضمانت، سند، سکہ، ڈنڈ، ہرجانہ، مزدوری، جانچ، رواج، ریت، ٹھیکہ، عدالت، حوالات، حراست، بھید بھاؤ، اجرت، سرحد، قانون، بالک، بچہ، حکم، آگیا، معافی، استعفے، شانتی، وغیرہ وغیرہ

اب یہہ دیکھئے کہ کس انداز سے نئی اصطلاحوں کا سانچہ تیار ہوا ہے :۔ پردیسی اب (ابیا دیسیا) ہو گیا، سند اب (پرمانا پترا) ہو گئی، سکہ اب (ٹنکا) کے سانچہ میں ڈھل گیا ۔ ڈنڈ اور ہرجانہ نے اب (پرتیکرا) کی صورت اختیار کرلی، رواج اور ریت اب (ابھی سمایا) بن گئی، عدالت اب (نیایالیا) کے قالب میں سما گئی، بھید بھاو اب (و بھیدا) ہو گیا ۔ جانچ اب اپنا چہرہ بدل کر (تروا کانا) ہو گیا، بالک بچہ اب (سیو) قرار پایا، قانون نے اب (ودھی) کا چولا اختیار کیا، نئے شبدوں کے اس بہاو کے مقابلہ میں بیچاری شانتی بھی نہ ٹھہر سکی، آسکا نام اب (پرسنتی) ہو گیا، وغیرہ وغیرہ ۔ اسی طرح عام ہندستانی لفظوں کا یہہ قتل عام سیکڑوں میں شمار کیجئے!

معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہندی اور ہندستانی کی ساری چیزیں اکھڑ گئیں اور ہمیں یقین ہے کہ بہت عرصہ تک ہندی جاننے والے بھی، لاکھوں نہیں کڑوروں، اس "شبد سنسار" کے الجھنوں میں الجھہ کر دیوانے ہوجائینگے اور جس طرح آج ہم اور خاص کر وہ لوگ جو زبان کے معاملہ میں گاندھی جی کے عقیدہ کا دامن پکڑے ہوئے ہیں، اردو اور "ہندستانی" کی حفاظت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اسی طرح خود ہندی والوں کے سامنے بھی ہندی کی حفاظت کا سوال پیدا ہوجائیگا ۔ ورنہ ہندی کا صرف نام ہی نام رہ جائیگا اور ہندی زبان ختم ہوجائیگی ۔ سرکاری زبان بن جانے کا یہہ نتیجہ اس کے لئے اس قدر خطرناک ثابت نہ ہوتا تو حد درجہ تمسخر انگیز ہوتا! "سرکاری" بن جانے کے اعزاز کی کتنی بڑی قیمت بیچاری ہندی کو ادا کرنی پڑی ہے!

ہم نے ابھی پچھلے مضمون کو اس سوال پر ختم کیا تھا کہ علمی اور فنی اصطلاحیں باہر سے لی جائیں یا اپنی ہی زبان میں گڑھی جائیں ۔ اب یہہ تو صاف ظاہر ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھہ میں زبان کے مسئلہ کی باگ ہے وہ فیصلہ کرچکے ہیں کہ اصطلاحیں اپنی ہی زبان میں (جسے وہ ہندی کہتے ہیں اور وہ ہندی نہیں ہے) بنائیں ۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا اثر ہمارے ملک کی علمی ترقی پر بہت برا پڑیگا اور ترقی کی رفتار یقیناً سست ہوجائیگی ۔ سمندر میں تیرنے کے بجائے تالاب میں غوطے لگانے کا یہہ طریقہ ایسا ہے جیسے ہم خود ہی اپنے پاؤں میں رسی باندھ لیں اور پھر دوڑنے کی کوشش کریں ۔

مگر تصویر کے اس سیاہ رخ کا ایک روشن رخ بھی ہے اور وہ یہہ ہے کہ زمانے کے تقاضے اس رجعت پسندی پر ضربیں لگائینگے اور چند ہی روز بعد اس غلطی کا احساس ان حلقوں میں پیدا ہوجائیگا جو اس وقت صرف "Purity" اور Revivalism کے زاویہ سے اپنے حب وطن کو پھیلانے کے بجائے سکیڑ رہے ہیں ۔

ھلکے ھلکے اشارے

آزاد ھندستان کے دستور کا وھاں کا ھندی ترجمہ شایع ھوگا۔ چونکہ ھندی سرکاری زبان ھے اس لئے نام کا ھندی ترجمہ ملک کی ھر زبان میں استعمال ھونا چاھئے .... اور وہ یہہ ھے:-

جمہورن پرسی بھوا ستیا لوک منترک ما کا کوتا راجیہ۔

اس ترجمہ میں بڑی خوبی یہہ ھے کہ یہی نام اگر دوسری زبانوں میں لکھا جائے تو ایک انچھ لمبائی میں لکھا جاسکتا ھے، لیکن سرکاری زبان میں اس کے لئے کم از کم تین انچھ کی ضرورت ھے! دوسری خوبی یہہ ھے کہ نام کے ترجمہ میں اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ھے کہ جبڑوں کو کافی ورزش کا موقعہ ملے!

---

۱۰ سال تک انگریزی زبان استعمال کرنے کی اجازت دیکر ھندوستان کے نئے دستور نے صوبہ یو۔پی (یعنی اتر پردیش) کی قانون ساز مجلس میں اب یہہ ایک ٹیڑھا سوال پیدا کردیا تھا کہ اس سبھا کے ممبران بھی انگریزی زبان بول سکینگے یا نہیں۔ اب تک تو صورت حال یہہ تھی کہ اس سبھا میں ھندی کے سوا ھر زبان ممنوع تھی لیکن اب نئے دستور نے اس قاعدہ کو توڑدیا اور پھر انگریزی زبان کے لئے گنجایش نکل آئی۔ اسمبلی کے صدر ٹنڈن جی نے بلا شبہ سوچا ھوگا کہ اب وہ کیا کریں۔ یہہ کیسی مشکل ھے کہ انگریز چلا گیا اور انگریزی پھر بھی جمی رھی۔ اُن کا کہنا تو یہہ ھے پورنا سوراج "پورنا" نہیں جب تک کہ راشٹر بھاشا ایک نہ ھو۔ لیکن اس طرح ایک نہیں جس طرح مہاتماجی کہتے تھے!! مہاتماجی کا "پورنا سوراج" صرف اس شرط سے منظور کہ اُس کا معنے وہ ھونگے جو ھم بتائیں!! آخرکار ایک قانون بناکر یہہ گرہ کھولی گئی!

ایک مکتوب کا حسب ذیل اقتباس بے محل نہیں:-

"دنیا سنہ ۱۹۴۹ع میں" یہہ عنوان ھے ایک مضمون کا جو رسالہ ھمایون لاھور کے سال گرہ نمبر سنہ ۱۹۵۰ع میں مظہر انصاری دھلوی بی۔اے آرز ھمایون کے نئے ایڈیٹر نے لکھا ھے۔ گھر کے بھیدی ھونے کی حیثیت سے انصاری صاحب کا یہہ مضمون غور سے پڑھنے کے قابل ھے، خصوصیت سے یہہ ٹکڑا:-

"اردو کی رفتار ترقی پاکستان میں بہت سست رھی اس کی ذمہ دار اھل پاکستان کی بے حسی ھے۔ یہہ دیکھہ کر بڑی حیرت ھوتی ھے کہ پاکستان کی "قومی زبان" اردو ھے مگر انگریزی دفتری زبان بنی بیٹھی ھے۔ پاکستان میں سنہ ۱۹۴۹ع میں نئی اچھی کتابیں اور رسالے کچھہ زیادہ نہیں نکلے۔ یہہ پاکستان کی ادبی و علمی بے حسی اور اردو زبان کی طرف سے عدم توجہ کا اشاریہ ھے۔"

راوی معتبر ھے اور روایت صحیح!! اب کہاں ھیں وہ خوش خیال لوگ جن کا یہہ عقیدہ ھے کہ جس طرح قیامت کے قریب دنوں میں "اسلام" تمام دنیا سے سمٹ کر "کعبہ" میں چلا جائے گا اسی طرح "اردو" ھر جگہ سے نکل کر "پاکستان" میں محفوظ ھوجائیگی۔ جس طرح انگریزی زبان سے پاکستان کی وابستگی سمجھہ میں آتی ھے اس طرح اردو اور ھندستانی سے ھندستان کی بیزاری سمجھہ میں نہیں آتی!!

ہندی - ہندستانی

بغیر کسی تنقید تردید یا تائید کے ہم محمد مصطفےٰ علی خاں صاحب (احق' بھپوندوی) کا یہہ مکتوب درج کرتے ہیں:-

"میرے ایک ودوان دوست ہیں جو گاندھی جی کے بڑے بھگت ہیں' لیکن انہیں گاندھی جی کی 'ہندستانی' والی بات پسند نہیں ہے - وہ شدھ ہندی کے زبردست حامی ہیں - اور چونکہ میں بھی ہندی ساہتیہ کا پریمی ہوں اس لئے مجھہ پر بڑی عنایت کرتے ہیں - اکثر اس مسئلہ پر اون سے گفتگو رہتی ہے - ان کی ہمیشہ یہہ کوشش رہتی ہے کہ کوئی بدیشی شبد ان کی زبان پر نہ آنے پائے - اور اسی لئے وہ بہت سوچ سوچ کر گفتگو کرنے کے عادی ہو چکے ہیں - ایک دن ایک بہت ہی دلچسپ واقعہ پیش آیا جس کا تذکرہ لطف سے خالی نہ ہوگا-

ایک روز وہ کچھہ گھبرائے ہوئے سے میرے پاس آئے، کہنے لگے آج میں بڑی کشمکش میں پڑ گیا ہوں - 'بیعنامہ' کی شدھ ہندی سمجھہ میں نہیں آتی - میں نے کہا 'بیچی نامہ' لکھہ دیجئے - کہنے لگے 'نامہ' تو پھر بھی رہا - میں نے کہا 'دکرئے پتر' (विक्रयण पत्र) کیسا رہیگا - اچھل پڑے، بولے دھنیہ ہے' کیسا سندر شبد بتایا - میں نے پوچھا آخر اس لفظ کی ضرورت کیوں پڑی - کہنے لگے ایک دوکان مول لی ہے' کل اس کی رجسٹری ہوگی ' 'مسودہ' لکھا رہا ہوں اس کے لئے اس شبد کی آوشکتا (ضرورت) ہوئی - میں نے کہا پنڈت جی کیا آج اپنا پرن' (عہد) توڑ دیا' یہہ دوکان اور مسودے کے بدیشی شبد آپ کیسے بول رہے ہیں' چونک ہو کر بولے کیا دوکان بدیسی شبد ہے' میں نے کہا ہاں فارسی اور عربی ہے - کہنے لگے پھر تو یہہ رجسٹری ہو چکی - میں نے عرض کیا' کیا یہہ بھی آپ سمجھتے ہیں' بولے "کیوں نہیں" اور انہوں نے پڑھنا شروع کیا "میں کہ سوہن لال پتر گلزاری لال جات برہمن رہنے والا قصبہ بھپوند پرگنہ اوریا ضلع اٹاوہ کا ہوں" میں نے ٹوک کر کہا' پنڈت جی اس ایک سطر میں آپ نے گلزار - ذات - قصبہ - پرگنہ - ضلع' اتنے شبد بدیسی استعمال کئے ہیں' یہہ بات آپ کے دھیہ (مقصد) کے خلاف ہے مہربانی کر کے انہیں شدھ کر لیجئے -

بولے' گلزاری تو پتا جی کا نام ہے وہ کیسے بدلا جاسکتا ہے - رہا 'جات' تو وہ ہندی ہے' میں نے کہا' ہندی نہیں ہے بلکہ ہندی میں اس کثرت سے استعمال ہوتا ہے کہ ہندی بن گیا ہے ورنہ عربی ہے - 'بد ذات' اور 'ذات و صفات' فارسی عربی ترکیبیں ہیں - بولے پھر آپ ہی کچھہ بتائے' میں نے کہا خیر آگے چلئے' کہنے لگے' قصبہ' کی جگہ 'گرام' (گاؤں) کئے دیتا ہوں - میں نے کہا آپ کے خیال میں گرام اور قصبہ میں کوئی فرق ہے یا نہیں - بولے فرق تو ہے مگر قصبے کے لئے کوئی شبد نہیں ملتا - میں نے کہا کوئی حرج نہیں 'پرگنہ' دیکھئے' کہنے لگے' اس کی جگہ بھی کوئی شبد نہیں مل رہا' 'تحصیل' ہو سکتا تھا مگر وہ بھی ایسا ہی ہے - میں نے عرض کیا' اچھا' ضلع لیجئے کہنے لگے اس کی جگہ بھی کوئی اچت شبد نہیں ہے - میں نے کہا اچت نہ سہی - وہ مسکرا کر چپ ہو رہے' میں نے ہنس کر کہا' آپ یہہ دکان کیوں لے رہے ہیں جس کے کارن آپ کو اپنی پرتگیا (عہد) بھنگ (شکست) کرنی پڑ رہی ہے - میں تو سمجھتا تھا کہ شاید آپ کے دماغ میں اب کوئی بدیسی شبد باقی نہیں رہا ہوگا' لیکن معلوم پڑتا ہے کہ ابھی یہہ سب چور آپ کے مہمان ہیں اور جب تک آپ کی دکان بک نہ جانے کی یہہ سب آپ کا پیچھا نہ چھوڑینگے - میری یہہ بات سنکر پنڈت جی خوب ہنسے اور بولے یار سچی بات تو یہہ ہے کہ بڑھا (مہاتما جی) ٹھیک ہی کہتا تھا - میں تو 'مصیبت' میں پڑ گیا ہوں' گھر کی عورتیں بھی مجھہ پر ہنستی ہیں -

میں نے کہا پنڈت جی معاف کرنا کہہ کی عورتیں آپ پر تھوک ہنستی ہیں کیونکہ بدیسی ہیں اور یہہ 'مصیبت' جو آپ پر پڑی ہے یہہ بھی بدیسی ہے۔ بدیسی شبدوں سے آپ کہاں تک کنارہ (نفرت) کریں گے جب کہ آپ کے (۱) 'بچے' بدیسی ہیں۔ (۲) بچوں کی 'اماں' (۳) 'ابا' بدیسی ہیں۔ آپ جس 'مکان' میں رہتے ہیں وہ بدیسی اسکی دیواریں بدیسی ہیں۔ دیواروں کی 'قلعی' بدیسی ہے۔ مکان کے 'کمرے' بدیسی ہیں' کمرے میں رکھی ہوئی 'میزیں' اور 'کرسیاں' بدیسی ہیں۔ میز پر رکھا ہوا 'خاصدان' بدیسی ہے۔ کمروں کا 'فرش' بدیسی ہے' فرش پر رکھا ہوا 'گاؤ تکیہ' بدیسی ہے' تکیئے کا 'غلاف' بدیسی ہے۔ کمرے میں ایک طرف بچھا ہوا 'پلنگ' بدیسی۔ پلنگ پر بچھی ہوئی 'توشک' بدیسی ہے 'توشک' پر لگی ہوئی 'چادر' بدیسی ہے' چادر پر 'پلنگ پوش' بدیسی ہے۔ 'لحاف' اور 'رضائی' بدیسی ہے۔ کمرے میں رکھی ہوئی 'الماریاں' اور 'صندوق' بدیسی ہیں۔ مکان کا 'زینہ' بدیسی ہے۔ مکان کے 'دروازے' بدیسی ہیں۔ دروازوں کے 'پردے' بدیسی ہیں۔ دروازے کا چبوترہ' بدیسی ہے۔ مکان کے نیچے کی 'دکان' بدیسی ہے' دکان پر بیٹھنے والا 'درزی' بدیسی ہے 'درزی' کی الگنی پر لٹکے ہوئے 'پاجامے'، 'قمیصیں'، 'صدریاں'، 'شلواریں'، 'شیروانیاں' سب بدیسی ہیں۔ آپ کا 'باورچی خانہ' بدیسی ہے اس کی 'دیگچیاں'، 'رکابیاں'، 'پیالے'، 'تشتریاں'، 'کفگیر'، 'چمچہ' سب بدیسی ہیں۔ آپ کے منہ دھونے کا 'صابن' بدیسی ہے۔ ہاتھ پونچھنے کا 'رومال' بدیسی ہے۔ سر پر باندھنے کا 'صافہ' بدیسی ہے۔ آنکھوں میں لگانے کی 'عینک' بدیسی ہے' پاؤں میں ڈالنے کے 'موزے' بدیسی ہیں' آپ کے گاؤں

(۱) بچہ فارسی لفظ ہے (۲) 'اماں' ام یا امہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو عربی ہے (۳) 'ابا' اب سے بنا ہے جو عربی ہے۔

کا 'بازار' بدیسی ہے۔ بازار میں لگے ہوئے 'خوانچے' بدیسی ہیں۔ خوانچوں کا 'مسالہ' بدیسی ہے۔ آپ کے کھیتوں کو پانی دینے والا 'بمبا' بدیسی ہے۔ کھیتوں کی 'آبپاشی' بدیسی ہے۔ 'ربیع' اور 'خریف' کی فصلیں بدیسی ہیں۔ فصلوں کا 'غلہ' بدیسی ہے۔ آپ جس کنویں کا پانی پیتے ہیں اس کا 'ڈول' بدیسی ہے۔ اسکی 'رسی' بدیسی ہے پانی کے 'گھڑے' بدیسی ہیں۔ صراحی' بدیسی ہے۔ آپ کے گاؤں میں بجنے والے 'ڈھول' 'تاشے' 'مجیرے'۔ 'نگاڑے' بدیسی ہیں۔ آپ کے گاؤں کی 'چوپال' بدیسی ہے۔ اس چوپال کی 'بھیڑ' (بمعنی مجمع) بدیسی ہے یہاں تک کہ چوپال میں دی جانے والی جھاڑو بدیسی ہے۔

پنڈت جی میری تقریر بڑے دھیان پوروک سے سنتے رہے' اس کے بعد کہا کہ آپ کی یکتیاں (استعارات) اتینت سندر ہیں۔ میں خوب سمجھا۔ نشچت یہہ سب شبد بدیسی ہیں۔ لیکن چبوترہ۔ بمبا۔ بھیڑ۔ ڈول۔ رسی۔ گھڑا مجیرا۔ ڈھول۔ نگاڑہ اور جھاڑو کیسے بدیسی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ چبوترہ۔ فارسی کا اصلی لفظ 'چوترہ' ہے۔ جو دیہات میں اب بھی صحیح تلفظ کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ بمبا۔ عربی شبد 'منبع' ہے۔ رسی فارسی کا لفظ 'رسن' ہے۔ گھڑا فارسی کا لفظ 'کرہ' ہے۔ ڈھول فارسی کا لفظ 'دہل' ہے۔ مجیرا عربی لفظ 'مزامیر' ہے۔ نگاڑہ عربی لفظ 'نقارہ' ہے' جھاڑو فارسی شبد ہے اصل میں 'جاروب' تھا۔ جس سے جارو ہوا اور جارو سے ہندی لہجے میں جھاڑو ہو گیا۔

میری اس تقریر سے پنڈت جی حیرت میں پڑ گئے اور کہنے لگے واقعی جب یہہ صورت ہے تو بدیشی شبدوں سے کس طرح پیچھا چھوٹے گا۔ میں نے کہا اسکی بس یہی ایک ترکیب ہے کہ جو شبد بھاشا کا انگ (جزو) بن گئے ہیں انہیں بدیسی سمجھنے کا خیال دل سے نکال دیا جائے۔ اس کے بعد میں نے ان کے سامنے کچھہ واکیہ (جملے) رکھے جن میں عربی

اور فارسی کے پر چلت (مستعمل) شبدوں کا پریوگ (استعمال) تھا - اور ان سے عرض کیا کہ کرپا کرکے آپ ان میں سے کسی ایک واکیہ کا ایسا انواد (ترجمہ) کردیں جو شدھ ہندی میں ہو اور جسے عام جنتا سمجھ سکے - اگر آپ ایسا کردیں گے تو میں ایک واکیہ کے لئے ایک سیر مٹھائی انعام کے طور پر آپ کی سیوا میں بھینٹ پیش کرونگا - میں نے ان سے یہ بھی کہدیا کہ جلدی نہیں ہے آپ انہیں برابر دھیان میں رکھئے اور مہینہ دو مہینہ میں جب آپ کسی جملے کی شدھ ہندی کرلیں تو مٹھائی لے جائیے - چنانچہ میں نے ان کو الفاظ نوٹ کرادیے ہیں - اس درمیان میں وہ مجھسے کئی بار مل چکے ہیں - ایک دن کہتے تھے کہ تم نے مجھے بڑی آفت میں ڈال دیا ہے - میں کبھی کبھی رات بھر جاگتا رہتا ہوں مگر ابھی تک میں ایک جملے کی ہندی بھی نہیں بنا سکا - اگر کوئی بناتا بھی ہوں تو آپ ہی کاٹ دیتا ہوں - میں اب اس نتیجہ پر پہنچ رہا ہوں کہ دیش کی بھاشا ہندستانی ہی ہوسکتی ہے - اگر ٹھوس پریاس کرکے میں کوئی واکیہ بناتا ہوں اس میں وہ مدھرتا اور سرلتا (شیرینی اور سلاست) نہیں ہوتی جو عربی فارسی کے ان پرچلت شبدوں میں ہے - آخر میں انہوں نے فرمایا "میرا وشواش ہے کہ یہ بھاشا مٹنے والی نہیں ہے" خدا کرے پنڈت جی کا یہ آشیرواد صحیح ثابت ہو -

میں بھی جب اردو کے مستقبل پر (جسے اب ہندستانی کہنا زیادہ مناسب ہے) غور کرتا ہوں تو مایوس ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی -

بعض الفاظ کی یہ فہرست پیش کرتے ہوئے یاران نکتہ دان کو صلائے عام دیتا ہوں کہ وہ یہ مٹھائی وصول کرکے مجھے ممنون ہونے کا موقعہ دیں - کسی جملے میں دو سے کم عربی فارسی کے لفظ نہیں ہیں بلکہ کوئی خالی ہے -

شکر کا شربت بناؤ - دلال سے بازار کا بھاؤ پوچھو - قلم دوات لاؤ صندوق سے موزے نکالو - حساب غلط ہے - خزانچی سے رسید لے لو - بہی میں جمع خرچ لکھ لو - بڑے صاحب کا حکم ہے - کمر میں درد ہے - تخت پر حقہ رکھو - بغل میں ورم ہے - ایک سال بعد آیا - رومال صاف کرو - دیوار کی مرمت کراؤ -

پنڈت جی لکھتے لکھتے تھک گئے تھے اور طوالت کا بھی خوف تھا ورنہ فہرست بہت لمبی ہو سکتی تھی -

* مصطفیٰ خاں مداح (احمق) پھپھوندوی

گنجایش نہ ہونے کی وجہ سے اس قسم کی فقروں کی لمبی فہرست میں سے تقریباً سو فقرے ہمکو حذف کرنے پڑے - ("ہماری زبان")

اپنے دیس کی خبریں

(بقیہ صفحہ ۸)

انجمن ادب عالیہ کانپور کا سالانہ جلسہ ۵ فروری کو بابو کشن سہائے ہنکاری وکیل کے بنگلہ پر منعقد ہوا جس میں عہدہ داروں اور ممبروں کا انتخاب کیا گیا -

انجمن تعمیر پسند مصنفین میرٹھ کا ایک جلسہ گذشتہ نومبر میں ہوا تھا جس میں دلچسپ عنوانات کے تحت متعدد مقالے پڑھے گئے -

جماعت اسلامی صوبہ بہار کے تحت گذشتہ جنوری میں صوبہ بہار کے "اسلام پسند" مصنفوں اور ادیبوں کا اجتماع ہوا اور متعدد دلچسپ مقالے پڑھے گئے - اکثر کالجوں اور مدرسوں کے استادوں اور طالبعلموں نے جلسہ کی کارروائی میں حصہ لیا -

بزم اردو ادب گورنمنٹ ہائی اسکول فتحپور کا کل ہند مشاعرہ زیر صدارت نواب ریاض حسین صاحب منعقد ہوا - باہر کے بھی متعدد شعرا نے شرکت کی -

ایک انگریز کی نظر میں

مسٹر رالف رسل انگلستان کے رہنے والے اور کیمبرج کے گریجویٹ ہیں ۔ جنگ کے زمانے میں وہ فوج کے ساتھ ہندوستان آئے ۔ اور زیادہ تر آسام کی طرف رہے ۔ اسی زمانہ میں انہیں ہندوستان سے اور اردو زبان سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور اونہوں نے اردو سیکھنا شروع کی ۔ یہاں سے واپس جاکر انگلستان میں اسکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں اردو کے جونیر لکچرر کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا ۔ اب ایک ادارہ نے وظیفہ دیکر ہندوستان بھیجا ہے کہ اردو ادب کا مزید مطالعہ کریں ۔ آج کل مسلم یونیورسٹی علیگڈھ میں مقیم ہیں ۔ موصوف اچھی خاصی رواں اردو میں گفتگو کر سکتے ہیں ۔ اونہیں اردو ادب سے گہری دلچسپی ہے ۔ اس کا ثبوت آن کی اس تقریر سے ملے گا جو آنہوں نے دہلی کالج میں کی تھی ۔

اونہوں نے اپنی تقریر میں بعض بہت دلچسپ باتیں کہیں ۔ مثلاً اونہوں نے کہا کہ باوجودیکہ اردو ادب کی عمر زیادہ نہیں اور اوس کا ذخیرہ انگریزی زبان کے مقابلہ میں بہت کم ہے ۔ لیکن

"باوجود اس کے اردو ادب میں بہت سی تصانیف اب بھی موجود ہیں جن کی قدر انگریزی بلند فورا کر سکتی ہے اگر وہ اونہیں انگریزی ترجموں کے ذریعہ سے پڑھ سکے" ۔

ہندستان میں زبان کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے اونہوں نے کہا کہ "کوئی زندہ زبان قانون اور حکومت کے ذریعہ سے مٹائی نہیں جا سکتی ۔ یہہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی شہادت یوروپ کی تاریخ میں بکثرت مل سکتی ہے ۔ لیکن میں ساتھہ ہی یہہ کہنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر زبان کی اصل طاقت اہل زبان کی بول چال میں رہتی ہے ۔ میرے نزدیک ہند کے اردو مصنفین کے لئے یہہ بات پہلے سے بھی زیادہ ضروری ہے کہ وہ ان رشتوں کو اور بھی مضبوط کریں جن کے ذریعہ ادبی زبان عام بولی کے ساتھہ وابستہ ہے ۔ جو مصنف عام بول چال کی زبان کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اردو کے ترقی کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ فارسی اور عربی الفاظ اس میں شامل کئے جائیں وہ گویا زبان کی جڑوں میں کلہاڑی مار رہا ہے اور اس طرح غیر محسوس طریقے پر اپنے دشمنوں کی مدد کر رہا ہے ۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اب ہند میں اردو کا مٹنا ناگزیر ہے میں اس رائے کے ساتھہ اتفاق نہیں کرتا ۔ اس قدر میں ضرور مانتا ہوں کہ پنجابی اور دوسری زبانوں کا اثر اردو پر پڑیگا اور رفتہ رفتہ اس کی شکل میں تبدیلی ہو جائے گی ۔ لیکن میرے نزدیک یہہ رونے دھونے کا مقام نہیں ہے ۔ کسی زبان کے لئے یہہ ممکن نہیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے جوں کی توں رہے بلکہ اس کا ترقی کرنا ناگزیر ہے ۔ ترقی کے دوران میں بیرونی اثرات سے بچ نکلنا بھی ممکن نہیں ہوتا" ۔ زبان میں غیر الفاظ کو شریک کرنے کے متعلق اونہوں نے کہا کہ ہر زبان ایک قوم کا آلہ کار ہے اور آخر میں صرف اہل زبان اس بات کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا فلاں لفظ اس آلے کو کار گر بنائے گا یا نہیں ۔ اگر اونہیں معلوم ہوجائے کہ ایسے الفاظ اور ترکیبیں جو پہلے زبان میں موجود نہ تہیں کام آسکتی ہیں تو انہیں پورا اختیار ہے کہ وہ انہیں اپنائیں اور بولی اور ادبی زبان دونوں کے تار و پود میں انہیں ملائیں ۔ اگر آج انگریزی دنیا کی سب سے پر معنی اور لچک دار زبانوں میں سے ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ انگریزی بولنے اور لکھنے والے کبھی دوسری زبانوں سے جھجھکتے نہیں تھے بلکہ بیسیوں زبانوں میں سے جن میں آپ کی اردو بھی شامل ہے ...... الفاظ بلا تامل اپناتے چلے آئے ہیں" ۔

رسم الخط کے متعلق انہوں نے کہا کہ :-

"ہر زبان اور اس کے مصنفین اپنی زبان کی حفاظت صرف اسی طرح کر سکتے ہیں کہ اوسکے بین الاقوامی تعلقات کو مضبوط کریں ۔ انہیں ہر ایسی چیز کی تائید کرنا چاہئے جسکے ذریعہ سے اردو کا رشتہ

دنیا کی زبانوں اور ادب کے ساتھہ زیادہ مضبوط ہوجائے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ میں سے اکثر میری رائے کے ساتھہ اتفاق نہیں کریں گے۔ لیکن پھر بھی مجبوراً یہہ کہنا پڑتا ہے کہ اردو رسم الخط ایک رکاوٹ ہے، بلکہ حقیقت یہہ ہے کہ غیر ملکی طالب علم کے لئے اس سے زیادہ اور کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی۔ کوئی غیر ملکی اس رسم الخط میں اردو زبان کی آوازیں اچھی طرح ادا نہیں کرسکتا۔ آخر میں لسانی حقیقتوں کا حاوی ہونا ضروری ہے اور مصنفین مجبور ہوجائیں گے کہ اس مسئلہ کو حل کریں۔ میرے نزدیک اس کے حل کرنے کا سب سے اچھا طریقہ یہہ ہوگا کہ ایک ایسا رسم الخط اختیار کیا جائے جو رومن ٹائپ پر مبنی ہو۔ اپنے اس نقطہ نظر کی تائید میں بہت کچھہ کہنے کو تیار ہوں لیکن شاید اس کا موقع یہہ نہیں۔

اپنے دیس کی خبریں

بزم اردو بی۔ این کالج پٹنہ کا سالانہ جلسہ و مشاعرہ زیر صدارت ڈاکٹر سید محمود وزیر ترقیات منعقد ہوا۔ پروفیسر اختر اورینوی نے اپنی تقریر میں بتایا کہ یہہ کہنا کہ اردو کوئی غیر ملکی زبان ہے کس قدر غلط ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہہ مان لیا جائے کہ اردو اس ملک کے باشندوں کی اصلی زبان نہیں تو پھر سنسکرت اور موجودہ ہندی بھی کب ملکی زبان ہے۔

وارث نگر دربھنگہ کی انجمن ادبستان کا ایک جلسہ زیر صدارت سید شاہ خلیل احمد صاحب وارثی منعقد ہوا جس میں نئے عہدہ دار منتخب کئے گئے۔ ظہیر الحق صاحب اسیر انجمن کے سکریٹری منتخب ہوئے۔

صدر کلی اردو یو۔ پی اسکول میں جشن جمہوریت منایا گیا اور ایک محفل مشاعرہ زیر صدارت مولوی سید حسن صاحب سید منعقد ہوئی جس میں بعض معروف شعرا نے اپنا کلام سنایا۔

شہر بنگلور کے جشن جمہوریت میں انجمن ترقی اردو میسور کے سکریٹری حکیم امامی صاحب نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "آج ہمارے ملک میں بڑا جھگڑا زبان کا ہے۔ اگرچہ حکومت نے ہندی کو سرکاری زبان قرار دیا ہے لیکن یہہ تو انصاف کی بات نہیں کہ اردو کو نقصان پہنچایا جائے۔ ضرورت اس کی ہے کہ مسلمانوں کو مطمئن کیا جائے۔ میں آپ سے کہتا رہا ہوں کہ وہ ہندی زبان سے پریشان نہ ہوں۔ اردو ہندی دونوں ساتھہ ساتھہ ترقی کرسکتی ہیں اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے مدد مل سکتی ہے۔"

بزم رفیق مومن پور کے زیر اہتمام ناگپور میں جشن جمہوریت کا مشاعرہ زیر صدارت جناب حمید ناگپوری منعقد ہوا۔ متعدد شعرا نے اپنا کلام سنایا۔

یہہ خبر افسوس کے ساتھہ سنی جائیگی کہ اردو کے ایک اچھے شاعر فسانہ نگار اور اخبار نویس مولانا ابن الحسن فکر کا بمقام آرہ انتقال ہوگیا۔ مرحوم عرصہ تک مولانا آزاد کے اخبار الہلال سے اور پھر اخبار تیج دہلی سے وابستہ رہے۔ اس کے بعد وہ اخبار اجالا کلکتہ اور آزاد ہند کے شعبہ ادارت میں کام کرتے تھے۔

شیخ محمد یسین صاحب سوپروائزر اردو تعلیم بالغان شہر شولاپور اطلاع دیتے ہیں کہ گورنمنٹ ٹریسی آفس کی طرف سے اردو تعلیم کے ۲۰ کلاس جاری ہوچکی ہیں اور ابھی اور کھولے جائینگے۔ اس وقت شہر میں ۵۰۰ بالغان تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ سوپروائزر صاحب نے اپیل کی ہے کہ جو لوگ اردو پڑھنا چاہیں وہ یا تو ٹریسی آفس ریلوے لائین ۸۳ سے یا ان سے (جنوبی قصبہ مکان ۳۰) مزید معلومات حاصل کریں۔

تبصرے

علی گڈھ میگزین کا "غالب نمبر"

آج کل ہماری ادبی دنیا میں "ڈے" اور "نمبر" کا چرچہ بہت ہو گیا ہے ـ ہر سبہا اور مجلس کی رونق اور رسالوں اور اخباروں کی شہرت کا یہ طریقہ دلوں کو بہت بھاتا ہے کہ یا تو کوئی "ڈے" منایا جائے یا کوئی "خاص نمبر" شایع کیا جائے ـ اس "فیشن" کا ایک پہلو بہت فضول اور ایک بہت مفید ہے ـ فضول تو یہہ مبالغہ ہے کہ ہر مجلس اور اخبار ' محض شہرت اور نمود کے لیے قدیم اساتذہ اور مشاہیر میں سے کسی ایک کے نام سے کوئی "ڈے" اور "نمبر" منسوب کرتے لیکن جو کچھ کہا جائے یا کیا جائے اس کا معیار پست رہے ـ اور مفید یہہ پہلو ہے کہ اس بہانے زبان اور ادب کے معماروں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان کے ادبی کارناموں پر روشنی پڑتی ہے ـ "غالب" کے نام سے کسی رسالہ کی اشاعت کو منسوب کرنا اور پھر اس کے معیار کو بھی اسی نسبت سے اونچا رکھنا آسان کام نہیں ـ ادب کی دنیا میں "غالب" کی شخصیت ایک بہت ہی "مشکل" شخصیت ہے ' اسی لئے علی گڑھ میگزین کے "غالب نمبر" کا سر ورق دیکھہ کر ہمیں یہہ گمان نہ تھا کہ اس مخصوص اشاعت کا معیار اتنا بلند ہوگا جتنا کہ ہم نے اسے پایا ـ مبالغہ نہ ہوگا اگر ہم یہہ کہیں کہ ابھی تک کسی رسالہ کا کوئی "غالب" نمبر ہماری نظر سے نہیں گذرا جس میں "غالب" اور اس کے آرٹ کو سمجھنے کی اس قدر کامیاب کوشش کی گئی ہو ـ ہم میگزین کے اڈیٹر مختار الدین احمد صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے رسالہ کی ایک معیاری اشاعت پیش کی ـ افسوس اگر ہے تو اس کا ہے کہ اینہو کی طباعت و کتابت نے نہ صرف اس خاص نمبر کا چہرہ مسخ کر دیا بلکہ جو تحقیقی مضامین بہت محنت سے لکھے گئے انہیں بھی گویا کیچڑ میں لت پت کر دیا ـ معلوم نہیں کیوں اردو ادبیات اور صحافت کی دنیا میں یہہ احساس ابھی تک قوی نہیں ہے کہ اینہو کی طباعت اور کتابت کی وجہ سے بسا اوقات بہترین مضامین کی قیمت آدھی رہ جاتی ہے! پھر بھی ہم ابھی طباعت و کتابت سے لپٹے ہوئے ہیں!!

افسوس ہے کہ "غالب نمبر" کے تفصیلی تبصرہ کے لئے 'ہماری زبان' کے محدود صفحات میں ہم کافی گنجایش نہیں پاتے تاہم ان اصحاب ذوق کو جو "غالب" کے آرٹ کی تحقیقات کر رہے ہیں ہم بتانا چاہتے ہیں کہ اس "غالب نمبر" میں ایسا مواد بھی موجود ہے جو "غالب" کے متعلق تحقیقات کے میدان کو وسیع کرتا ہے ـ

ہم یونیورسٹی کے حکام اور ادبی مجالس سے یہہ توقع کرتے ہیں کہ وہ اس نمبر کو از سر نو کتابی شکل میں طبع کرائیں ـ

"رہنمائے تعلیم"، دہلی

اس رسالہ کا انسانیت نمبر جو سردار صاحب ماسٹر جگت سنگھ کی ادارت میں دہلی سے شایع ہوتا ہے مفید اور دلچسپ مضامین کا ایک اچھا مجموعہ ہے ـ محترم اڈیٹر صحافتی دنیا میں بہت وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور خود بھی بہت وسیع الخیال انسان ہیں ' اس اشاعت میں جو مضامین انہوں نے جمع کردئے ہیں ان سب کا مقصد صرف یہہ ہے کہ ہندستان کے فرقہ پرستوں کو یہہ بات یاد دلائی جائے کہ انسانیت فرقہ واری جذبات سے بلند تر جذبہ ہے اور اس کی رہنمائی کے بغیر کوئی قوم دنیا میں سر بلند ہونے کی توقع نہیں کر سکتی ـ اس زمانہ میں جب تمام انسانی اخلاق اور اعمال فرقہ پرستی کے پیمانوں میں ناپے اور تولے جا رہے ہیں ۲۲۴ صفحوں کا ایک خاص نمبر ایسے مقصد کے تحت شایع کرنا جو فرقہ پرستی کے خلاف ہے ' بڑی جرأت اور

صداقت کی بات ہے ۔ زبان کے مسئلہ پر بھی ماسٹر جگت سنگھ صاحب وہی نقطہ نظر رکھتے ہیں جو کسی انسانیت پرست اور انصاف پسند انسان کا ہو سکتا ہے ۔ یہ انسانیت نمبر اس زمانہ کے ادبی لٹریچر میں ایک نمایاں مقام رکھتا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ ملک کے ایسے طبقوں میں جو فرقہ پروری کی دیوانگی میں مبتلا ابھی ہوئے ہیں غور کے ساتھ پڑھا گیا ہوگا۔یہی یقین ہے کہ ایک دن وہ آئیگا جب فرقہ پروری کا جنون ضرور کم ہوگا اور ہندستان کے ہندو مسلمان اور سکھ سمجھ جائینگے کہ انہیں بھارت میں بھائی بھائی بنکر رہنا ہے۔ اوس وقت ایسے اصحاب کی کوشش جیسے کہ ماسٹر جگت سنگھ جی ہیں سربلند ہونگی اور اون کے اس احسان کو ہم سب مانینگے کہ انہوں نے جذبات کی اندھیوں میں راستہ گم کر دینے کے بجائے اس نازک زمانہ میں بھی سچی بات بے لاگ کہی اور سیدھا راستہ دکھایا ۔ زبان کے مسئلہ کو بھی ایسے ہی لوگ حل کرینگے ۔

رہنمائے تعلیم کے اس خاص نمبر کی قیمت دو روپیہ ہے ۔

نئی کتابیں

یہ کتابیں تبصرہ کے لئے وصول ہوئی ہیں :-

(۱) **حیات جاودان** — از سیدہ جمیلہ سلطانہ ۔ ہندستان کے مشہور ادیب و شاعر شفیق صدیقی کے کلام پر تبصرہ ۔ نسیم بک ڈپو ۔ لاٹوش روڈ ۔ لکھنؤ ۔

(۲) **ہندستانی زبان** — از امام اکبرآبادی ۔ مطبوعہ آرٹ پریس ۔ دہلی ۔

(۳) **قصر بلند** ۔ از امام اکبرآبادی ۔ آبکاری روڈ ۔ آگرہ ۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ ۔

(۴) **سفینہ** — از شفیق جونپوری ۔ پبلشر ۔ نسیم بکڈپو ۔ لکھنؤ ۔ قیمت دو روپیہ

(۵) **نور حجاز** — از مولانا الق جونپوری ۔ پبلشر ۔ نسیم بکڈپو ۔ لکھنؤ ۔ قیمت ایک روپیہ

(۶) **بادہ نورس** — مجموعہ کلام عزیز ربانی صاحب ۔ پبلشر ۔ مکتبہ اسلامیہ دارالمبلغین ۔ لکھنؤ ۔

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے بھیجے جائیں ۔

"ہماری زبان"

HINDI-URDU

Pandit Sunder Lalji ne Hyderabad ki Urdu Majlis main taqreer kerte huae kaha keh Urdu ko zinda rakhna hai to use Islami jazbe aur Islami rung main pesh karna ghalat hai. Jo banawati zaban chalaee ja rahee hai us se mujhe dukh hota hai Main Hindustan ke gaon gaon mein phira hune, har jagha Urdu boli jatee hai. Kitabi Urdu aam boli hai magar kitabi Hindi aam boli nahin hai. Mussulman Urdu ko Islami tahzeeb se waabasta na karain, Kiya Urdu ke mitne se Islam mit jaaiga? Hargiz naheen. Musulman istarah sochna chhore dein. Urdu ki mukhalfat aise mussulmanoon ne ziyada paida ki jo Urdu ko Islami zaban kahne lagay. Panditji ne kaha keh Hindi ke naam se jo zaban garhee ja rahee hai voh chalne walee zabaan naheen. Musulman Hindi ko qubool kerlain to unke mustaqbil ko koi khatra naheen. Panditjee ne kaha ke zabanain to hamesha badalti rahtee hain. Na puranee Urdu baaqee rah sakti hai aur na puraani Hindi.

بہ اہتمام سید اعجاز علی (علیگ) منیجر مسلم یونیورسٹی پریس علیگڈھ میں چھپا اور قاضی عبدالغفار صاحب پبلشر نے صدر دفتر انجمن ترقی اردو علیگڈھ سے شائع کیا ۔